[illegible]

از قلم

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر

۶۵۱

سرفراز قومی پریس کٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جناب سید العلماء کا یہ مضمون جو حال ہی میں اخبار عدالت لکھنؤ میں شائع ہوا ہے اور پھر اخبار سرفراز نے اسے نقل کیا ہے جیسا کہ مدیر سرفراز اپنے نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں "نہ صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل قدر ہی بلکہ اس پر زور انشاپردازی کیلئے بھی خاص طور سے مستحق تحسین ہی جو اسکے ایک ایک فقرے سے نمایاں ہی اور جس نے اس مضمون کو غیر معمولی ادبی حیثیت دیدی ہی۔ اس مضمون کی اس موقع پر اشاعت جبکہ موصوف سوء اتفاق سے شدید علیل ہو گئے ہیں اور بھی اہمیت رکھتی ہی۔ جناب ممدوح نے اس مضمون کی کاپی ایکسرے یونٹ کے بعد ملاحظہ فرمائی تھی اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ممدوح کو اتحاد بین المسلمین کس درجہ عزیز ہی اور آپ نے اس مضمون میں جو کچھ تحریر فرمایا ہی وہ کتنی صداقت رکھتا ہی۔" اس مضمون کے ان خصوصیات کے لحاظ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ مدیر سرفراز کی تحریک کے مطابق اسکو مستقل طور سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا جائے اس لئے کہ اس کی افادیت اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر موقوف ہے۔

سید محمد رضا نقوی
آنریری سکریٹری امامیہ مشن
وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد

میری صدا بے ہنگام میرا نغمہ بے آہنگ اور میرا پیغام بے محل سمجھا جائے گا۔

آندھی کے جھکڑوں میں مروحہ جنبانی۔ موسلا دھار طوفانی بارش میں فوارے کی لطیف ریزش۔ بدبودار کثیف و غلیظ نالوں کے بیچ میں بھینی بھینی پھولوں کی خوشبو و نقارخانہ میں طوطی کی آواز جاذب توجہ نہیں بن سکتی تو افتراق کی آب وہوا اور باہمی آویزشوں کی فضا اس کشمکش دست و گریباں اور اس ہنگامۂ دار و گیر میں یہ بے شور و شر۔ دھیمی اور پرسکون آواز کب سنی جا سکتی اور کس طرح محل توجہ قرار پا سکتی ہے ؟

مگر کیا کروں کہ میرے دماغ کی فضا۔ میرے دل کی گہرائی۔ میرے سینہ کی وسعت۔ اور میرے احساسات کے ایوان سب اسی ایک نغمہ سے معمور ہیں !

میں سوچتا ہوں تو یہی سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہوں تو یہی قلم سے نکلتا ہے، اور بولتا ہوں تو یہی زبان پر جاری ہوتا ہے !

کوئی مجھے "روادار" کہے تو برا نہ مانوں گا۔ کوئی مجھے "بے حس" اور "خنک طبیعت" کہے تو میں خاموش ہو جاؤنگا۔ کوئی مجھے "پست ہمت" اور "کج دل" کہے تو میں ہنسوں گا لیکن کہونگا وہی جو سمجھتا ہوں۔ لکھونگا وہی جو جانتا ہوں کرونگا وہی جسے صحیح طریقہ کار سمجھونگا

کاش میں "متلون مزاج" ہوتا کہ دوسروں کے رنگ میں آسانی سے رنگ جاتا۔ کاش میں "کمزور طبیعت" ہوتا کہ اعتراضات کے ڈر سے جلد ہی اپنی جگہ چھوڑ دیتا۔ کاش میں "مسلم الثبوت لیڈر" ہوتا کہ ہوا کا رُخ دیکھ کر اُسی طرف اپنی قوتِ عمل کو موڑ دیتا۔ اور کاش میں "غرضمند" ہوتا کہ اپنے منافع کی توقع میں قوم کو "تلخ سچائی" کی بات سُنانے سے گریز کرتا اور جدھر وہ لائے خود بھی چلا جانا پسند کرتا!

کاش میں بھی "جذباتی" شخص ہوتا کہ تعصب و اختلاف کی اشتعال انگیزیوں سے مشتعل ہو کر سوچنے اور سمجھنے کی طاقتوں کو خیرباد کہہ دیتا کاش میں ظاہر بیں ناعاقبت اندیش ہوتا کہ وقتی کامیابی یا بات کے یا لاحق کو سب کچھ سمجھ کر نتائج سے آنکھ بند کر لیتا اور فریبِ حاضر میں مبتلا ہو کر مستقبل کے خیالات سے کنارہ کشی کر لیتا!

افسوس میں اتنا "بے حس" ہوں کہ کسی مقرر کی انتہائی اشتعال انگیز تقریر مجھے مشتعل نہیں بناتی صد حیف میں اتنا "سرد طبیعت" ہوں کہ کوئی دل آزار ترین تحریر مجھے از خود رفتہ نہیں کرتی وا حسرتا میں اتنا "وہمی" ہوں کہ ہر چیز میں مجھے آیندہ کے خطرات سامنے آجاتے ہیں اور میرے قدم کو بے راہ روی سے روک دیتے ہیں اور وائے ناکامی کہ میں قوم کو بھی اُسی راستے کا سالک دیکھنا چاہتا ہوں جس پر میں خود سالک ہوں!

ہائے میری نگاہ کی خطا کہ جس خیال کو میں پہلے "خطرہ" کی صورت میں دماغ کے اندر گردش کرتا ہوا پاتا ہوں وہی پھر واقعہ کی صورت میں اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہوں اور اُف رے میرے تصورات کی سرابی دُنیا کہ میں خواب دیکھتا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ تعبیر ہے جو عالم واقع میں محسوس

صورت میں پیش نظر ہے۔

میں نے مہینوں پہلے "صلح و آشتی" کی صاف و شفاف فضا میں "فساد" کا نقشہ دیکھا! راستے میں منزل نظر آئی، سناٹے میں آندھی کے جھکڑ مجھ کو دکھائی دیئے۔ میں نے پکارا "الا تفسدوا فی الارض۔ لا تفسدوا فی الارض۔" دس دن تک چیختا رہا۔ کسی نے سنا، کسی نے نہیں سنا۔ اور جس نے سنا اس نے غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ آواز فضا میں گم ہو گئی میں تھک کر خاموش ہو گیا۔ "مصلحین" نے توجہ نہیں کی۔ فرزندان ملت نے التفات نہیں کیا۔ رہنمایان اسلام نے طریقۂ کار نہیں بدلا۔ میں سمجھا اور نہیں سمجھا تو دل کو سمجھانے کی کوشش کی کہ جو میں سمجھا تھا وہ غلط ہے کچھ نہیں کچھ نہیں بالکل کچھ نہیں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے اور یہی ہونا چاہیئے!

میں خاموش ہو رہا۔ اسے کیا کروں کہ اب دیکھ رہا ہوں آنکھوں سے اسی کاسۂ سر کی آنکھوں سے وہ سب جیسے دیکھ رہا تھا اس وقت تصور و خیال کے عالم میں!

"لا ادریہ" نہیں ہوں کہ بیداری کی باتوں کو خواب کے شبہ میں بے اعتبار قرار دوں گا "تجربہ کار" اور "آزمودہ رائے" اشخاص کے مقابلہ میں اپنی رائے کی صحت کا امکان بھی درست نہیں سمجھتا اس لئے "سوفسطائی" بننے کی کوشش کرتا ہوں کہ پھر جو کچھ دیکھتا ہوں غلط ہے اور میری قوت ابصار کی گمراہی صرف ہے جس میں واقعیت شمہ بھر بھی نہیں!

مگر میرے یہ سمجھ لینے سے واقعیت بدل جائے گی؟ کیا مقتولین کے خون کے دھبے تاریخ کے دامن سے مٹ جائیں گے؟ کیا رانڈوں کی صدائے فریاد فضائے فنا میں محو ہو جائیگی؟

کیا یتیموں کے رونے کی صدائیں ہنسی کے قہقہوں سے تبدیل ہو جائیں گی؟ اور کیا زخمیوں کے مجروح اعضا اور اُنکے جسم کے شکستہ حصے درد و الم اور سوزش و تپش سے نجات پا جائیں گے؟ پھر کیا ماخوذین کے چالان اور ان کے خلاف دائر شدہ رپورٹیں کاغذ کے صفحوں سے محو ہو جائیں گی؟ انکے متعلقہ الزامات پولیس اور حکام کے دل و دماغ سے فراموش اور اُن کے اوپر عائد کردہ جرائم کی فہرست ایکدم سادہ ہو جائیگی؟ کیا مقدمات نہیں چلیں گے؟ کیا سزائیں نہیں ہوں گی؟ کیا جرمانے نہیں وصول کئے جائیں گے؟

یاد رہے کہ یہ تمام مصائب یہ تمام تکالیف یہ تمام تلخ نتائج کسی ایک فریق سے مخصوص نہیں بلکہ دونوں ہی فریقوں کو ان مصائب کو برداشت کرنا ہے اور دونوں ہی کیلئے یہ شدائد و آلام ہیں۔ اس صورت میں کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں وہ اپنے طریقۂ کار کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اُنکی حیات قومی اور بقائے ملی کیلئے کس طرز عمل کی ضرورت ہے۔ دنیا سے مذہب رخصت ہو رہا ہے۔ عالم مذاہب میں اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ سیاست و تمدن کے میدان میں جنگ ہو رہا ہے جس میں اسلامی روایات خطرہ میں ہیں۔ یہ بھی بالکل معلوم کہ آپ اپنے درمیان کتنی ہی منافرت سمجھیں لیکن غیروں کی طرف سے اسلام پر جو حملہ ہوگا اُس کا اثر آپ سب ہی فرقوں پر پڑے گا اور کوئی جماعت اس سے مستثنیٰ نہیں رہے گی۔

آپکے درمیان کبھی اتفاق مذہبی ہو جائے یعنی کوئی فریق بالکل اپنے مذہب سے کنارہ کش ہو کر دوسروں کا ہمنوا بن جائے غیر ممکن۔ آپ میں سے کوئی دوسرے کو پامال کر دے اس طرح

کہ وہ فنا ہو جائے اور اس طرح سب ایک ہو جائیں ۔ یہ بھی ناممکن اور بالکل محال ۔ ظاہر ہے کہ اقلیت سے تو یہ توقع ہو نہیں سکتی کہ وہ اکثریت کو فنا کے گھاٹ اُتار دے مگر اکثریت سے یہ امید کیجا سکتی ہے کہ اُس وقت جب اقلیت اُس کے مقابلہ میں نہیں بلکہ بجائے خود بھی بالکل قلت رکھتی ہو لیکن جب کہ اکثریت میں صرف چار یا ساڑھے چار کروڑ اور تین یا ڈھائی کروڑ کا درمیانی فرق ہو تو یہ امید کرنا کہ یہ اقلیت فنا کیجا سکتی ہے خیالِ محال ہے

بیشک بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں اس کوشش کے پورا کرنے کا کافی امکان تھا لیکن جبکہ نہ معلوم کس طاقت کی بنا پر اقلیت اُسوقت ان کوششوں کا مقابلہ کرتے گئی اور فنا نہیں ہوئی تو اب کیسے سمجھا جائے کہ وہ فنا ہو جائے گی ؟

اس صورت میں اگر حالات کو خوشگوار نہ بنایا گیا اور فراخ حوصلگی رواداری سے کام نہ لیا گیا تو باہمی تصادم کا لامحدود سلسلہ ہوگا جو قائم ہو جائے گا اور جس کے نتیجہ میں ٹکرا ٹکرا کر دونوں ہی طاقتیں پاش پاش ہوں گی اور انجام میں اسلام کمزور ہو گا جو دونوں ہی کا نقطہ مشترک ہے ۔ اس دوران میں یقیناً ایسے دشمن کو جو ان دونوں کا یکساں حریف ہے یہ موقع ملے گا کہ وہ ان کی باہمی آویزش اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ایک ایسا حملہ کرے جو ان دونوں ہی کو ختم کر دے ۔ کیا مسلمان اس کے لئے تیار ہیں ؟ اگر نہیں تیار ہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے درمیان میں اخوت اسلامی کے مردہ احساس کو زندہ کریں ۔ شکوہ و شکایت کے دفتر کو تہ کر دیں اور بڑھ کر ایک

دوسرے سے گلے مل جائیں۔ وہ دیکھیں کہ ہم دو برس سے جس راستے پر چل رہے ہیں وہ غلط ہے اس لئے کہ اس نے ہمارے درمیان افتراق و اختلاف کے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں جن کے خطرناک اثرات نے آج اس وبائے عام کی شکل اختیار کی۔ وہ گورنمنٹ سے بھی صاف کہدیں کہ آپ نے جو کچھ ہمارے درمیان فیصلہ کیا ہو وہ جس فریق کے بھی موافق ہو ہم اس کے بحیثیت مجموعی دونوں فریق شکر گزار ہیں مگر ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپس میں ملیں گے اور بھول جائیں گے ان تمام جھگڑوں کو جو ان دو برس میں پیدا ہوئے اور آجائیں گے اسی خاموش اور پُرسکون فضا میں جو اس کے پہلے پچیس برس تک قائم تھی اور جس میں ہم اطمینان کی سانسیں لے رہے تھے۔

ہم کچھ نہیں چاہتے اور نہ کچھ مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں جینے اور جینے دینے سے کام ہے۔ لڑانا اور باہمی تصادم کرانا مفسد لیڈروں کا کام ہے جن سے اب ہم گریزاں ہیں اور ان کی بات سننے پر تیار نہیں۔

اس کے علاوہ فریقین کی جانب سے تمام مقدمات اُٹھا لئے جائیں!۔ مشترک اعانتی ادارے قائم ہوں جن میں سے بلا تفریق فریق مصیبت زدگان فساد کی امداد کی جائے۔ یہ سوال پیدا نہ ہو کہ یہ چندہ سُنی جماعت کا ہے یا شیعہ کا اور نہ یہ کہ یہ مصیبت زدہ شخص سُنی جماعت سے تعلق رکھتا ہے یا شیعی جماعت سے بلکہ مشترک اداروں سے مشترک امداد ہو۔